نظام خلافت اور شاورھم فی الامر کی حقیقت

حضرت مصلح موعودؓ نے نظام شوریٰ کا عظیم الشان چارٹر دیا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 31 / مارچ 1995ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کریمہ تلاوت کی۔

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (الشوریٰ: 39)

پھر فرمایا:۔

یہ سورۃ الشوریٰ کی انتالیسویں آیت ہے جو میں نے ابھی آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ یعنی وہ لوگ جو اپنے رب کی آواز پر لبیک کہتے ہیں اور اس کے ارشادات کی پیروی پر ہمہ تن تیار رہتے ہیں وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور نماز کو قائم کرتے ہیں وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ اور ان کے معاملات آپس میں مشورے سے طے پاتے ہیں وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

آج اس آیت کا انتخاب اس لئے کیا ہے کہ آج پاکستان کی مجلس شوریٰ منعقد ہو رہی ہے اور چونکہ میں خود وہاں ذاتی طور پر ایک عرصے سے شمولیت سے محروم رہا اس لئے انجمن کی ہمیشہ یہ خواہش رہی اور ناظر صاحب اعلیٰ مجھے یہ لکھتے رہے کہ ایسے موقع پر کوئی پیغام بھیج دیا کریں۔تو پہلے تو پیغاموں

پر ہی گزارہ تھا اب اللہ تعالیٰ نے یہ فضل فرمایا ہے کہ میں خود اب شوریٰ میں ان کے ساتھ شامل ہو رہا ہوں اور اس خطبے کے ذریعے ان سے ایسے خطاب کر رہا ہوں جیسے ان کے سامنے کھڑا بول رہا ہوں۔ اگرچہ یہ وقت ایسا ہے کہ شاید وہ ایک جگہ سب اکٹھے نہ ہو سکے ہوں کیونکہ پاکستان کے وقت کے لحاظ سے شوریٰ کا اجلاس ختم ہو چکا ہوگا لیکن میں امید رکھتا ہوں کہ بعض ٹولیوں کی صورت میں بعض جگہوں پر مجلس شوریٰ کے ممبران اکٹھے بیٹھ کر بھی اس خطاب کو سن رہے ہوں گے۔

اس آیت کریمہ کے اندر جو اور مضامین ہیں ان میں پہلے ایک مضمون کی طرف میں خصوصیت سے توجہ دلانا چاہتا ہوں جو قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت اور اس کے الٰہی کلام ہونے کا ایک عظیم ثبوت ہے۔ تمام قرآن کریم میں جہاں بھی وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ کا ذکر آیا ہے وہاں رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ کا ذکر اس کے ساتھ ہی باندھا گیا ہے اور آپ کو درمیان میں کوئی فرق دکھائی نہیں دے گا مگر اس آیت میں ایک استثنائی انداز بیان ہے۔ فرمایا وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وہ جو اللہ کی ہر آواز پر لبیک کہتے ہیں وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور نماز کو قائم کرتے ہیں۔ پھر یہ نہیں فرمایا وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ فرمایا وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ان کے اہم معاملات شوریٰ سے طے پاتے ہیں وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ تو جو کچھ ہم ان کو عطا کرتے ہیں اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔

تو حقیقت میں بنیادی وجہ مشورہ مالی اخراجات ہیں اور اس شوریٰ کا باقی دنیا کی مجالس سے ایک امتیاز دکھا دیا گیا جہاں تمام قوانین کے امور بھی ان کی مجالس شوریٰ ہی طے کرتی ہے اور Elected Bodies خواہ وہ کسی طریق پر منتخب ہوئی ہوں یعنی ڈیما کریسی کے ذریعہ جو قانون کا گھر بنایا جاتا ہے۔ اس کو اختیار ہوتا ہے کہ ہر قسم کے قوانین بھی وہ خود بنائے مگر مسلمانوں کی شوریٰ میں قانون سازی کا کوئی موقع نہیں نہ اس کا ذکر ممکن ہے کیونکہ خدا صاحب امر ہے اس نے قانون جاری فرما دیئے ہیں لیکن چونکہ دو بنیادی ستون ہیں ہر مجلس شوریٰ کے خواہ اس کا نام مجلس شوریٰ ہو یا پارلیمنٹ رکھا جائے اول قانون سازی عمومی معاملات سے تعلق رکھنے والی اور سب سے اہم بات بجٹ ہے۔

بجٹ بنانا تمام سال ان کی مجالس کی دلچسپیوں میں سب سے اہم واقعہ ہوتا ہے اور بجٹ کے اجلاس کو سب دنیا کے ملکوں کے اخبار اپنے اپنے دائرے میں اچھالتے ہیں۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن بھی آج کل تبصروں میں لگ جاتے ہیں جبکہ روزمرہ کے قانون سازی کے امور ہیں ان کو اتنی اہمیت نہیں

دی جاتی ، بعض دفعہ خاص موقعوں پر دے بھی دی جاتی ہے یا دی نہیں جاتی ہے لیکن مالی اخراجات سب سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں ۔ پس مسلمانوں کے لئے شوریٰ کے دوران چونکہ قانون سازی ان معنوں میں تو ممکن نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی شریعت میں کوئی دخل دیں اور اس میں کچھ اضافہ کریں یا ان میں سے کوئی کمی تجویز کریں وہ تو دائمی شریعت ہے ۔ پس سب سے اہم چیز باقی رہ جاتی ہے وہ بجٹ ہے اور مالی معاملات پہ غور کرنے کے لئے وہ آپس میں مشوروں کے بعد فیصلے کرتے ہیں اور اس پہلو سے ساری قوم اعتماد میں آجاتی ہے اور بعینہ یہی نظام ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت احمدیہ میں ہر جگہ قائم ہے تو بیچ میں وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کو داخل کرنا بہت ہی اہم مضمون ہے ۔

اس مضمون کے تعلق میں مزید جو باتیں میں آپ کے سامنے رکھنی چاہتا ہوں وہ یہ ہیں کہ دو طرح کی آیات ہیں یا دو آیات ہیں جو شوریٰ کے مضمون پر خصوصیت سے روشنی ڈالنے والی ہے ۔ ایک حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے حوالے سے اور ایک امت کے عمومی حوالے سے ہے ۔ یہ جو آیت میں نے پڑھی ہے یہ امت کے حوالے سے ہے جہاں تک مالی اخراجات کے آخری فیصلے کا اختیار رہے وہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ ہی کو حاصل رہا اور آپ ہی یہ فیصلے فرمایا کرتے تھے اور جو مشورہ کرتے تھے وہ پارلیمنٹ کے مشورے کی طرح نہیں تھا کہ جو مشورہ دیا جائے اس پر ضرور عمل کریں ۔ آپؐ کے متعلق خدا تعالیٰ نے دوسری جگہ یہ فرمایا ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ (آل عمران: 160) کہ اے محمد ﷺ یہ خاص اللہ کی رحمت ہے تجھ پر کہ تو ان کے لئے نرم ہو گیا ہے اور خاص رحمت اور نرمی کا صحابہؓ کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کے تعلق میں کیوں ذکر فرمایا گیا سب سے پہلے تو یہ بات قابل غور ہے ۔

صحابہؓ ایک ایسی اکھڑ قوم سے آئے تھے جو بہت انانیت رکھتی تھی ۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں خودسری اور عزت نفس کے معاملات اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور عزت نفس کے تعلق میں عربوں کے درمیان بعض ایسی جنگیں بھی ہوئی ہیں کہ معمولی سی بات کے نتیجے میں دو، دوسو سال تک جنگ جاری رہی اور قبائل کی دشمنیاں قدیم سے چلتی چلی جارہی تھیں ۔ پس یہ وہ قوم تھی جس میں حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے قدم رکھا اور ان کے بغضوں کو ٹھنڈا کر دیا ۔

لِنۡتَ لَهُمۡ میں ایک معنیٰ یہ ہے کہ ان کا علاج غیر معمولی محبت اور شفقت تھا اس کے بغیر ان کے سخت دلوں کی اصلاح ممکن نہیں تھی۔ پس خدا نے تجھے وہ غیر معمولی صلاحیت عطا فرمائی ہے کہ جس کے ذریعہ ایسی پتھر دل قوم کو بھی تو موم کی طرح پگھلا رہا ہے اور اگر تو ان کے دلوں کا علاج نہ کرتا اور ایک عام آدمی کی طرح ان جیسا ہی خلق دکھاتا تو یہ تجھے چھوڑ کر تجھ سے دور بھاگ جاتے۔ اس مضمون میں اس عظیم انقلاب کو مختصر لفظوں میں بیان فرما دیا جو آنحضرت ﷺ نے عربوں کی سرشت میں پیدا کر دیا ہے۔ جو سینکڑوں سال سے یا ہزار سال سے بھی زیادہ عرصے سے ان کی فطرت ثانیہ بن چکے تھے ان رجحانات کو تبدیل کر دیا ہے اور تھوڑے عرصے کے اندر یہ عظیم انقلاب برپا کیا ہے۔ وہ آپؐ کی غیر معمولی نرمی اور شفقت تھی جس کی وجہ سے آنحضور ﷺ نے ان کے دل جیتے ہیں تب وہ اس قابل ہوئے ہیں کہ اپنی گردنیں محمد رسول اللہ ﷺ کے حکم اور خدا کے حکم کے سامنے جھکائیں۔

دلوں کے جیتے بغیر استجابت کا مضمون نہیں بنتا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جب تک دل مائل نہ ہوں اس وقت تک صحیح معنوں میں حکم کی پابندی ممکن ہی نہیں ہے۔ بعض لوگ جو بڑبڑاتے ہوئے کام کرتے ہیں اور اعتراض بھی کرتے جاتے ہیں کہ جی ہاں حکم تو مانتے ہیں مگر ان کی ساری طاقتیں اس حکم کے خلاف کام کر رہی ہوتی ہیں لیکن ظاہری طور پر جسم اس کے مطابق کام کر رہا ہوتا ہے اور ان کے اس تعاون میں کوئی بھی برکت باقی نہیں رہتی۔ اس لئے استجابت کا جو اصل مضمون ہے جو میں نے اس آیت کے حوالے سے پیش کیا تھا وہ یہ ہے کہ اپنی تمام طاقتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے وہ خدا کی بات پر لبیک کہتے ہیں صرف زبان سے نہیں بلکہ اپنی تمام طاقتوں سے خواہ وہ قلبی ہوں یا دماغی ہوں یا روحانی ہوں یا جسمانی ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اطاعت کی گردن جھکا دیتے ہیں یہ ہے استجابہ۔ تو اس استجابت کے لئے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ان کو تیار کیا ہے اور یہ اللہ کی خاص رحمت تھی جو آپؐ کو خلق عظیم عطا فرمایا اور اس کے نتیجے میں پھر ان سنگ دلوں کو موم میں تبدیل کیا، پگھلایا اور جاںنثاروں میں تبدیل کر دیا۔

دوسری جگہ قرآن کریم نے اسی مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے:

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۶﴾ (حم سجدہ: 35 تا 36)

کہ دوستوں کے دل جیتنا اگر وہ سخت دل ہوں یہ بھی مشکل کام ہے۔ بعض دوستوں کے دل بظاہر انسان جیت لیتا ہے لیکن ایک وقت کا استغناء، ایک وقت کی بے اعتنائی انہیں پھر دھکا دے کر دور پھینک دیتی ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ:

اک ذرا سی بات پر برسوں کے یارانے گئے

یہ عجیب دوستی تھی کہ چھوٹی سی بات پر برسوں کی دوستیاں ٹوٹ گئیں اور یارانے ختم ہو گئے اور انسان اس معاملہ میں تمام دوسری مخلوقات سے زیادہ بے وفائی دکھانے کی صلاحیت رکھتا ہے چنانچہ ایک فارسی رباعی میں انسان کا کتے سے موازنہ کیا گیا ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ دیکھو ایک کتا وہ چیز ہے کہ جس کو تم ایک روٹی ڈال دو پھر سو پتھر اس کو مارو تو وہ تمہیں نہیں کاٹے گا۔ دینے والے ہاتھ کا لحاظ کرے گا اور انسان ایسی چیز ہے کہ اس پر سو احسان کرو اور ایک بے اعتنائی کرو تو وہ تم پر پتھراؤ شروع کر دے گا۔

تو ایسی قوم تھی عرب جو اس انسانی سرشت میں سب دوسرے انسانوں اور سب قوموں سے آگے بڑھ گئی تھی اس کو حضرت محمد مصطفی ﷺ نے دل جیت کر اطاعت پر آمادہ فرمایا ہے۔ اس مضمون کا شوریٰ سے کیا تعلق ہے وہ میں آگے جا کر بیان کرتا ہوں۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ پس تو نے دل تو رام کر لئے لیکن تجھ میں تو وہ طاقت ہے کہ تو دشمنوں کے دل بھی رام کر سکتا ہے۔ اپنوں نے تو تیرا فدائی ہونا ہی تھا۔ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ خدا تعالیٰ فرما رہا ہے اگر تم ان ہدایتوں پر عمل کرو جو میں دے رہا ہوں تو اچانک دیکھو گے کہ جو تمہارے جان کے دشمن ہیں وہ جاں نثار دوست بن جائیں گے۔ خون کے پیاسے خون نچھاور کرنے والے بن جائیں گے لیکن یہ نصیب انہیں لوگوں کو ہو سکتا ہے جو بہت صبر کرنے والے ہوں اور یہ اس شخص کے حصے میں خصوصیت سے سعادت آئی ہے جس کو خدا نے غیر معمولی اخلاق کا حصہ عطا فرمایا ہے۔ ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ اور یہاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مراد ہیں۔ پس آپؐ نے پہلے اخلاق سے محبت اور پیار سے ان کے اندر پاک

تبدیلیاں پیدا فرمائیں، ان کے دل جیت لئے۔ اس کے بعد بھی کمزوریاں رہتی ہیں، غلطیاں رونما ہوتی ہیں تو فرمایا فَاعْفُ عَنْهُمْ ان سے عفو کا سلوک کر وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ اور ان کو بخش نہیں فرمایا، ان کے لئے اللہ سے بخشش طلب فرما۔ یہ بھی الٰہی کلام ہونے کا ایک عجیب نشان ہے ورنہ عام طور پر یہی زبان پر آتا ہے کہ ان سے عفو کر ان کو بخش دے۔ فرمایا عفو کر اور بخشنے کا معاملہ تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ کئی ایسی غلطیاں بھی ہو سکتی ہیں کہ انسان عفو سے کام لے مگر اللہ معاف نہ کرے اس لئے فرمایا وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ان کے لئے اللہ سے بخشش طلب کرتا رہ۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ یہ وہ لوگ ہیں جن سے مشورہ کرنا ہے۔ اگر اس پاک تبدیلی کے بغیر لیا مشورہ تو مشورے کی قیمت بھی کچھ نہیں رہتی۔ وہ جن کے دلوں میں عناد ہو جن کے دلوں میں سختیاں ہوں ان سے مشورے کریں تو بات بات پر جنگیں چھڑ جاتی ہیں، لڑائیاں ہو جاتی ہیں، مجالس کے مزاج بگڑ جاتے ہیں اور باوجود اس کے کہ جماعت احمدیہ میں ایک لمبے عرصے کی شوریٰ کی تربیت ہے ذرا آپ نگرانی کم کریں تو ایسے واقعات شروع ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف بعض دفعہ بدخلقی سے کام لیا جاتا ہے۔ تو یہ وہ موقع ہے جس کے متعلق عفو کا ذکر ملتا ہے لیکن ایک حد تک اور یہ غلطیاں ایسی بھی ہو سکتی ہیں کہ جو خدا کو اس طرح ناراض کر لیں کہ پھر انسان کا عفو کسی کے کام نہ آئے جب تک اللہ سے اس کی مغفرت طلب نہ کی جائے اس وقت تک اس کا یہ گناہ کہ اس نے ایک مشورے کے موقع پر ایک اہم قومی معاملے میں ایسا رویہ اختیار کیا جس سے دلوں کے جوڑنے کی بجائے دلوں کے پھٹنے کے سامان پیدا ہو گئے، یہ بعض دفعہ اتنا بڑا گناہ بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور یہ کبائر گناہ میں لکھا جاتا ہے۔

اس موقع پر فرمایا کہ تیرا عفو، تیری رحمت جو ہے وہ اتنی بڑھ چکی ہے کہ ان لوگوں کے لئے بھی تو بے چین رہتا ہے کہ کسی طرح ان کو معافی مل جائے۔ پس تو پھر خدا سے بخشش طلب کر کیونکہ تیری دعاؤں کے نتیجے میں بعض دفعہ ایسے ایسے گنہگار بھی بخشے جا سکتے ہیں اور فرمایا وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ان سے مشورہ طلب کر۔ اب عرب تو مزاج کے ایسے ٹیڑھے تھے کہ ان سے مشورہ طلب کیا جاتا اور نہ مانا جاتا تو بھڑک اٹھتے تھے۔ عبداللہ بن ابی بن سلول نے جو حد سے زیادہ بے حیائی اور بے وفائی کا معاملہ کیا اور جنگ احد میں اپنے ساتھی لے کر میدان جنگ سے خطرے کے وقت پیچھے

واپس مڑ گیا۔ایک بنیادی وجہ تھی کہ میں نے مشورہ دیا تھا کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کرو اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے میری بات نہیں مانی اور دوسروں کی بات مان لی اور باہر نکل کر اب لڑائی کے لئے آگئے ہیں۔اپنے ساتھیوں کو کہا چلو ہم واپس چلتے ہیں ۔ یہ مزاج تھا جبکہ کافی اس مزاج کو پہلے ہموار کیا جا چکا تھا۔اگر آنحضرت ﷺ ان کو ذہنی، قلبی، روحانی طور پر مشورے دینے کے لئے تیار نہ کر چکے ہوتے تو یہ حکم آ نہیں سکتا تھا کہ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ اور اس حد تک کامیاب ہوئے ہیں کہ اس کے بعد فرمایا ہے فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ تو مشورہ لے، مگر فیصلہ تو کرے گا۔ جب تو فیصلہ کرلے کہ کس مشورے کو قبول کرنا ہے کس کو نہیں کرنا، سب کو رد کرنا ہے اور ایک نئی بات پیدا کرنی ہے یا ان کے مطابق عمل کرنا ہے تو وہ فیصلہ جس کی خدا حمایت کرے گا وہ شوریٰ نہیں ہے وہ تیرا فیصلہ ہے۔ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ پھر اللہ وعدہ کرتا ہے کہ تیرے فیصلے کی پشت پناہی فرمائے گا اور اس کی تائید کرے گا۔

تو یہ مجلس شوریٰ ہے جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے جاری فرمائی گئی لیکن یہ ایک مجلس نہیں ہے ۔ یہ ایسی مجلس ہے جو سارا سال ہمہ وقت جاری رہی یعنی حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے سال کا کوئی ایک دن مقرر نہیں فرمایا تھا کہ آج مجلس شوریٰ ہوگی ۔ ہر اہم معاملے میں جس میں آپؐ سمجھتے تھے کہ مشورہ ہونا چاہئے۔آپؐ بعض دفعہ زیادہ کو بلا لیا کرتے تھے بعض دفعہ کم بلا لیا کرتے تھے ،بعض دفعہ اعلان عام فرما دیتے تھے کہ لوگ اکٹھے ہو جائیں مشورہ کرنا ہے۔تو کئی طریق تھے شوریٰ کے اور یہ انتخابی طریق جو آج کل رائج ہے یہ من وعن اس طرح رائج نہیں تھا کیونکہ اس وقت اس کی نہ ضرورت تھی اور نہ غالباً ان حالات میں یہ موزوں تھا اگر ہوتا تو پھر رسول اللہ ﷺ وہی کرتے ۔ آنحضرتؐ کے وجود کے گرد سارے صحابہؓ اس طرح گھوم رہے تھے جس طرح محور کے گرد سیارے گھومتے ہیں اور ایک ہی مرکز تھا، فیصلے کا بھی مرکز وہی تھا اور حوالے دینے کا بھی وہی مرکز تھا۔ وہ چاہتا تو دوسرے ارد گرد گھومنے والوں سے بات پوچھتا، مشورہ لیتا ہے۔ چاہتا تو اسے نظر انداز کر دیتا اور فیصلے کی طاقت، قوت آنحضرت ﷺ کی تھی مگر آپؐ نے جو نمونہ دکھایا وہ آئندہ سب فیصلہ کرنے والوں کے لئے رہنما بن گیا۔

آپؐ نے فیصلوں کو ہمیشہ توقیر کی نظر سے دیکھا ہے اور یہ لِنْتَ لَهُمْ کے مضمون میں

بات داخل ہے۔کوئی ایسا شخص جس کو آخری فیصلے کا اختیار ہو، مشورے کے لئے لوگوں کو بلائے اور ہر دفعہ بے اعتنائی کرے اور آخر پر تان اس بات پر ٹوٹے کہ فیصلہ تو میں نے کرنا ہے ناں ٹھیک ہے جو تم نے کہہ دیا ختم۔ تو یہ بھی ایسا نظام نہیں جو باقی رہ سکے، قائم رہ سکے اور اس آیت کے شروع حصے میں جو تنبیہ کی گئی ہے لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ایسے مشیر پھر ایسے شخص کے اردگرد سے دور بھاگ جاتے ہیں۔اس لئے وہاں بھی لِنْتَ کا مضمون اس میں داخل ہے۔اس شخص کو اختیار ملا ہے جو سب سے زیادہ رحم کرنے والا اور سب سے زیادہ بااخلاق تھا اور لوگوں کے ساتھ تحکمانہ سلوک کا عادی نہیں تھا بلکہ جانتے ہوئے کہ حکم آخری صورت میں میرے ہاتھ میں ہے پھر بھی ان سے نرمی سے بات کر کے ان سے مشورے طلب کرتا تھا اور جہاں تک ممکن ہوا ان کے مشوروں کا لحاظ کرتا تھا۔

پس آنحضور ﷺ کی زندگی میں سوائے ایک دو واقعات کے کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس میں آنحضور ﷺ نے مشوروں کا لحاظ نہ فرمایا ہو اور ایک واقعہ ہے جہاں اپنے فیصلے پر اصرار فرمایا ہے اور پھر آسمان سے گواہی اتری کہ وہی فیصلہ درست تھا اور جو اس فیصلے میں اس مشورہ میں ساتھ شامل نہ ہوئے وہ ہمیشہ اس بات پر پچھتاتے رہے اور یہ صلح حدیبیہ کا موقع ہے۔میدان حدیبیہ میں جب آنحضور ﷺ اور آپؐ کے رفقاء عمرے اور حج کی نیت سے مکہ کی راہ میں حدیبیہ کے مقام پر روک دیئے گئے اور کفار مکہ نے کہا کہ نہیں آگے قدم نہیں بڑھانا۔اگر تم اب اس سے آگے بڑھے اور مکے میں عمرے اور حج کی نیت سے داخل ہونے کی کوشش کی تو پھر خون بہے گا۔تلوار کے زور پر کرنا ہے تو کرو اس طرح ہم اجازت نہیں دیں گے۔اس موقع پر تمام صحابہؓ بلا استثناء اس بات کے قائل تھے اور یہی مشورہ آنحضور ﷺ کو بڑے اصرار سے دیا کہ خدا نے ہمیں خبر دی ہے کہ ہم نے عمرہ کرنا ہے یا بیت اللہ کا طواف کرنا ہے۔یہ کون ہوتے ہیں ہمیں روکنے والے۔جان کی بات ہے تو ہم اپنی جانیں پیش کرتے ہیں۔خون کی بات ہے تو ہمارا قطرہ قطرہ اس میدان میں بہہ جائے ہمیں کوئی گریز نہیں ہے۔اس لئے آپؐ فیصلہ فرمائیں اور ہم آگے بڑھیں گے۔آنحضرت ﷺ نے تمام فیصلے کو رد کر دیا، ایک بات نہیں مانی، سب باتوں کو رد کر دیا اور فرمایا جو خدا مجھے بتاتا ہے، خدا نے جو مجھے سمجھایا ہے وہ تو یہی ہے کہ اگر راہ میں خطرہ ہو تو حج فرض نہیں رہتا۔راستہ محفوظ نہ ہو تو حج کیسا اور عمرہ کیسا وہ تو اس کی تیاری کے لئے ایک پہلا حصہ تھا۔اصل مقصد یہ تھا کہ پہلے لمبے عرصہ تک وہاں قیام ہو پہلے عمرہ

کیا جائے پھر حج کا موسم آجائے تو حج بھی کریں اور پھر واپس آئیں۔تو صحابہؓ اس قدر اپنے مشورہ پر مصر تھے کہ جب آنحضورﷺ نے فرمایا کہ اٹھو اور اپنی قربانیاں یہیں ذبح کردو۔تو سارے صحابہؓ کی تاریخ میں ایک ہی صرف واقعہ ہے کہ اس پر فوراً لبیک نہیں کہا اور مشورہ جو ہے یہاں، میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اہل تقویٰ جو بہت بلند مقام تک پہنچائے گئے تھے ان کو مشورہ رد کرنے کے نتیجے میں یہ صدمہ نہیں پہنچا تھا۔ یہ عرب مزاج نہیں ہے جس کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ مشورہ رد کردو تو غصہ آجائے۔اس لئے صحابہؓ کی شان میں کوئی غلط تصور نہ باندھیں۔ یہ حضرت محمد رسول اللہﷺ کے عشق میں اور ایمان کے اس تصور کے نتیجے میں ان سے یہ حرکت ہوئی کہ محمد رسول اللہﷺ کو جب خدا نے بتا دیا ہے تو وہ خود ہی فیصلہ فرمائے گا اور یہ ہو نہیں سکتا کہ حج نہ ہو اور اگر ہم نے حج کئے بغیر واپسی کی تو دشمن محمد رسول اللہﷺ پر ہنسے گا اور آپؐ پر باتیں بنائے گا۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ سو فیصدی ان کا اس وقت مختل ہو جانا اور مخبوط الحواس ہو جانا اس عشق کی ایک بڑھی ہوئی صورت کی وجہ سے تھا جس میں وہ توازن نہیں تھا جو محمد رسول اللہﷺ کے اندر تھا۔پس آپؐ نے جب دیکھا تو حیران رہ گئے کہ کبھی ایسا واقعہ نہیں گزرا تھا کہ کسی ایک صحابیؓ نے بھی آپؐ کے حکم سے روگردانی کی ہو اور یہاں پوری صحابہ کی جماعت ہے۔عظیم کبیر صحابہؓ اپنی جانیں، خون چھڑکنے والے، جان فدا کرنے والے سب ایسے جیسے فالج ہو گیا ہو وہیں بیٹھے رہ گئے اور کوئی نہیں اٹھا۔اس پر آپؐ اپنے خیمے میں آئے۔امہات المومنینؓ میں سے ایک تھیں ان سے کہا کہ کیا ہو گیا ہے، میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں۔انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ یہ نافرمان لوگ نہیں ہیں۔صدمے کی حالت سے ان کے دماغ مختل ہو چکے ہیں۔آپؐ جائیے اور اپنی قربانی کی گردن پر چھری پھیرئے پھر دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے۔حضرت محمد رسول اللہﷺ نے ایسا ہی کیا۔اب یہاں بھی ایک مشورہ مانا گیا ہے۔یہ مشورے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ایک عورت کا مشورہ دیکھیں کتنا عظیم مشورہ ثابت ہوتا ہے اور ان صحابہؓ سے ہر نافرمانی کا داغ دھونے والا مشورہ ثابت ہو جاتا ہے۔ایک مشورہ ہے جو اجتماعی ہے جسے رد کیا جا رہا ہے اور اس رد ہونے کی وجہ سے وہ مشورہ ان پر ایک داغ ڈال دیتا ہے۔ایک تنہا عورت کا مشورہ ہے جسے قبول کیا جا رہا ہے اور ان کے سارے داغ دھو دیتا ہے۔جب رسول اللہﷺ اپنی چھری لے کر اپنی قربانی کی طرف بڑھے ہیں صحابہؓ کہتے ہیں یوں لگا جیسے اچانک آنکھ کھل گئی

ہے، ہوش آ گئی ہے کہ کیا ہورہا ہے۔ روتے روتے گریہ وزاری کرتے ہوئے اس طرح قربانیوں کے اوپر لپکے ہیں کہ نہیں کہا جاسکتا کہ قربانیوں کی دردکی کراہیں اونچی تھیں یا ان کا شور زیادہ تھا۔ یقیناً ان کی گریہ وزاری نے قربانیوں کی کراہوں کو بھی دبا دیا تھا۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ اگر اس میدان میں شور تھا تو ان صحابہؓ کے اندرونی طور پر ذبح ہونے کا شور تھا۔ پس یہ میں اس لئے وضاحت کر رہا ہوں کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس واقع کو نافرمانی کی فہرستوں میں شمار کرنا چاہئے یا اس عرب جہالت کی طرف اسے منسوب کرنا چاہئے جس میں مشورے کو رد کرنے کے نتیجے میں بڑے سخت ردعمل ہوا کرتے تھے اور اس کے سوا کوئی واقعہ نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مشورہ کلیتہً قبول کیا ہو یا جزوی طور پر قبول کیا ہو کبھی کسی ایک صحابی نے بھی اس پر کسی قسم کا کوئی اعتراض کیا ہو۔ تو فَإِذَا عَزَمْتَ میں جو حق محمد رسول اللہ ﷺ کو دیا گیا تھا۔ وہ ہمیشہ کلیۃً محمد رسول اللہ ﷺ ہی کے ہاتھ میں رہا اور آپؐ ہی پر درحقیقت خدا نے اعتماد فرمایا ہے کہ تو اس قوم کا مرکزی نقطہ ہے، تیری فراست پر اعتماد کرتا ہوں۔ مشورہ ضرور کر کیونکہ انسان کی صلاحیتوں کو چمکا تا ہے اور کئی قسم کی ایسی کوتاہیوں سے انسان کو بچالیتا ہے۔ جو بشری کمزوریوں سے تعلق رکھتی ہیں۔

پس یہ جو مضمون ہے مشورہ کا اور خدا پر توکل کرنے والا یعنی عَزَمْتَ والا مضمون اس کا پہلے مضمون سے بھی ایک تعلق ہے۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ یہ لوگ جس طرح غلطیاں کرتے ہیں، کمزوری دکھاتے ہیں تو ان سے صرف نظر فرما اور ان کے لئے بخشش طلب کر، میں تجھ سے یہ سلوک کروں گا کہ تیرے فیصلوں کی حفاظت کروں گا اور کوئی ایسا تو فیصلہ نہیں کرے گا جس پر تجھے بخشش کی ضرورت ہی پڑے، اللہ تیری حفاظت فرمائے گا کیونکہ تو تو دوسروں کی کوتاہیوں کے لئے مجسم بخشش کا سوال بن چکا ہے تو تیرے دائرے میں میرا یہ فیصلہ ہے کہ تو جو بھی فیصلہ کرے گا وہ میرا فیصلہ ہوگا اور میں اس کی پشت پر کھڑا ہو جاؤں گا اور اس کو سچا ثابت کر دکھاؤں گا۔ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ پس اللہ پر توکّل کر اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ یقیناً اللہ تعالیٰ توکّل کرنے والوں سے بہت محبت رکھتا ہے۔

مجلس شوریٰ کا جو نظام جماعت احمدیہ میں اس طریق پر رائج ہے جو آج کل ہم دیکھ رہے ہیں اور اس کا آغاز دراصل حضرت مصلح موعودؓ نے 1922ء میں کیا۔ 1922ء میں پہلی بار باقاعدہ

ایک Institution کے طور پر مجلس شوریٰ وجود میں آئی ہے اور بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ بحیثیت Institution اس کا وجود میں آنا انتہائی ضروری تھا کیونکہ مالی معاملات ایسی نوعیت اختیار کر رہے تھے کہ جس کے نتیجے میں محض اتفاقاً کبھی اس سے مشورہ کر لینا، کبھی اس سے مشورہ کر لینا کافی نہیں تھا بلکہ ساری جماعت کو جو چندہ دہندہ ہے اس کو اعتماد میں لینا اور ان امور پر فیصلوں میں ان کے مشورے طلب کرنا ضروری تھا اور یہی مجلس شوریٰ ہے جو اب برکت پا کر پھولتی پھلتی رہی اور اب خدا کے فضل سے بہت سے دنیا کے ممالک میں بعینہٖ اسی مجلس شوریٰ کے نمونے قائم ہو چکے ہیں۔

پس آج جبکہ میں ربوہ کی مجلس شوریٰ سے مخاطب ہوں تو درحقیقت کل عالم میں جہاں جہاں بھی یہ آواز پہنچ رہی ہے اور ہر خطے میں پہنچ رہی ہے وہاں بھی جو جماعت کے دوست سننے والے ہیں، میں ان سب سے دراصل مخاطب ہوں اور یہ مجلس شوریٰ دراصل ایک عام عالمی شوریٰ کا رنگ اختیار کر چکی ہے۔ تو اس پہلو سے میں چند باتیں آپ کو یاد دلانی چاہتا ہوں۔ یہ جو دو دو الگ الگ ذکر ہیں۔ ایک ہے شُوْرٰى بَيْنَهُمْ اور ایک ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ تو کیا یہ مضمون صرف حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے خاص تھا کہ جب تک تو ان لوگوں میں رہے مشورہ کر اور پھر فیصلہ تو کر اور اللہ پر توکّل کر یا یہ ہمیشہ کے لئے اسلام کے مرکز پر فائز خدا کے نمائندے کے لئے بھی تھا جس نے بعد میں خلیفہ بن کر آنحضرت ﷺ کی جوتیوں کے غلام کی حیثیت سے اس منصب پر فیصلے دینے تھے، یہ اہم فیصلہ ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اسے جو سمجھا وہ یہی تھا کہ یہ ان احکامات میں سے ہے جو منصبی احکامات صرف نبوت سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ نبوت کے بعد نبوت کے مقاصد کو آگے بڑھانے کے لئے جو بھی نظام وجود میں آئے گا یا آنا تھا اس نظام پر فائز انسان کے ساتھ بھی یہ حکم تعلق رکھتا ہے اور شوریٰ کا یہ حکم کہ آخری فیصلہ صاحب امر کرے گا یہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے ساتھ ختم نہیں ہوا بلکہ جاری رہے۔ اس کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ نے اسی شوریٰ میں جو فرمایا وہ یہ تھا:

> اسلام وعدہ کرتا ہے کہ اسے (یعنی خلیفہ وقت کو) خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص نصرت حاصل ہوگی۔ پس اس کو اختیار دیا گیا ہے کہ اگر وہ کسی خاص ضرورت سے جو نہایت اہم ہو مشیر کاروں کی کثرت رائے کے فیصلے کو رد کر دے

تو وہ ایسا کرسکتا ہے۔ پس وہ خود مختار ہے ان معنوں میں کہ وہ شوریٰ کے فیصلوں
کو مسترد کرسکتا ہے اور وہ پابند ہے ان معنوں میں کہ وہ اسلام کے مقرر کردہ نظام
کے ماتحت ہے جسے بدلنے کا اسے کوئی اختیار نہیں ہے۔

پس اس آیت کی تشریح میں جو میں نے عرض کیا بعینہٖ حضرت مصلح موعودؓ کا دراصل مؤقف یہی تھا ۔امر تو خدا کے ہاتھ میں تھا اور ہے اور ہمیشہ رہے گا اور شریعت کے امور میں جو دائمی فیصلے ہو چکے ہیں انہیں دنیا کا کوئی انسان بدلنے کی طاقت نہیں رکھتا اور یہی فرق ہے خلیفہ اور ڈکٹیٹر میں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ خلیفہ کو تم نے اتنے اختیار دے رکھے ہیں یہ تو ڈکٹیٹر ہو گیا۔ وہ ڈکٹیٹر کیسا ہے جس کے اوپر ساری دنیا کا بادشاہ ہر وقت نگران کھڑا ہے اور ہر بات میں وہ خدا کو جوابدہ ہو۔ دنیا کے سامنے جوابدہ ہونا خواہ وہ کیسا ہی جابر بادشاہ ہو جس کے سامنے کوئی جوابدہ ہو کوئی اتنا مشکل کام نہیں کیونکہ انسان دنیا کو دھوکے دے سکتا ہے، تاویلیں اختیار کرسکتا ہے۔ فرضی بہانے بنا کر اپنے جرم کی پردہ پوشی کرسکتا ہے لیکن خدا کے سامنے تو کوئی بہانہ نہیں چل سکتا۔

پس اسی شوریٰ میں حضرت مصلح موعودؓ نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ دیکھو مجھے ایک اختیار ہے جو بظاہر تم سے بالا ہے مگر تم نہیں جانتے کہ تم انسانوں کے سامنے جوابدہ ہو اور میں خدا کی جبروت کے سامنے جوابدہ ہوں۔ اس لئے ممکن نہیں ہے کہ میں اس جوابدہی کے تصور کے ہوتے ہوئے کسی قسم کی زیادتی کا کوئی تصور بھی کرسکوں، ایسی بات سوچ بھی سکوں لیکن اس کے علاوہ آپ نے اس استنباط کو اسلامی تاریخ سے بھی ثابت کیا۔ آپ نے فرمایا دیکھو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد خلفاء نے بھی بعینہٖ آنحضرت ﷺ کا طریق اختیار کرتے ہوئے شوریٰ بلائی۔ بعض دفعہ اعلان کے ذریعے، بعض دفعہ چند صحابہ کو یا صائب الرائے لوگوں کو بلایا لیکن فیصلہ خلیفہ خود کرتا تھا۔

ایک مثال اس کی آپؓ نے حضرت عمرؓ کے زمانے سے دی ہے کہ جب ایران کے ساتھ جنگ ہو رہی تھی تو اس وقت ایک ایسا خطرناک موقع درپیش تھا کہ حضرت عمرؓ سے وہاں کے موقع کے جرنیل نے یہ گزارش کی کہ اگر فوری طور پر آپؓ نے کمک نہ بھجوائی تو یہ زندگی اور موت کا مسئلہ بن چکا ہے، ایرانی فوج کو ہم زیادہ دیر روک نہیں سکتے۔ وہ عرب میں داخل ہو جائے گی اور پھر بہت بڑی تباہی کا خطرہ درپیش ہے اور اس حادثے میں بھی جو پیش آیا تھا جس کے اوپر یہ مسلمانوں کو مشکل پیش آئی

اس میں بھی بہت سے مسلمان وہاں شہید ہو گئے تھے۔ فیصلہ یہ ہو رہا تھا کہ کیا خلیفۂ وقت خود شامل ہو یا محض کمک بھیجے اور کسی اور کو ساتھ بھیج دے اور تمام صحابہؓ کا یہ مشورہ تھا کہ اتنا اہم موقع ہے کہ خلیفۂ وقت کو خود وہاں جا کر حوصلہ افزائی کرنی چاہئے اور اس کے نتیجے میں اس کی برکت سے بھی کایا پلٹ جائے گی۔ ایک شخص تھا جو خاموش کھڑا تھا وہ حضرت علیؓ تھے۔ حضرت عمرؓ کی نظر ان پر پڑی۔ آپؓ نے پوچھا علیؓ آپ کیوں خاموش ہیں، آپ کی خاموشی سے میں سمجھ رہا ہوں کہ آپ کی رائے کچھ مختلف ہے تو بتائیں آپ کی رائے کیا ہے؟ انہوں نے کہا میری رائے یہ ہے کہ اب وہ ایسا وقت آ چکا ہے کہ خلیفۂ وقت کو خود اب میدان جنگ میں نہیں جانا چاہئے کیونکہ ایک میدان جنگ نہیں، ایک ذمہ داری نہیں، دنیا میں ہر سُو کئی قسم کے میدان جاری ہیں۔ اگر خلیفہ اپنے آپ کو ایک میدان جنگ میں جھونک دے گا تو باقی سب جتنے بھی مقابلے اور مجاہدے ہو رہے ہیں ان کی نگرانی سے الگ ہو جائے گا اور بہت بڑا خطرہ ہے یہ کہ اگر خدانخواستہ وہاں کچھ ہو جائے تو پھر سارے عالم اسلام کو نقصان پہنچ جائے گا اس لئے آپ کو وہاں شامل نہیں ہونا چاہئے۔ حضرت عمرؓ نے سب صحابہؓ کی رائے رد کر دی اور اس رائے کو قبول کر لیا۔

ایک اور واقعہ جس کا ذکر حضرت مصلح موعودؓ نے تو نہیں فرمایا لیکن اس سے تعلق رکھتا ہے اور اس سے زیادہ عظمت کا واقعہ ہے اور زیادہ معاملے پر کھلی روشنی ڈال رہا ہے وہ حضرت ابوبکرؓ کا فیصلہ ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جونہی آپ کو منصب خلافت پر فائز فرمایا گیا یہ بہت بڑا فتنہ اپنے سامنے کھلتا ہوا، اٹھتا ہوا اور بہت بد ارادوں کے ساتھ اسلام پر حملہ آور ہوتے ہوئے دیکھا۔ اس کو بعض لوگ فتنۂ ارتداد کہتے ہیں دراصل یہ فتنہ بغاوت تھا۔ تمام عرب قبائل نے محمد رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد بغاوت شروع کر دی اور جگہ جگہ سے ایسی منحوس خبریں آ رہی تھیں کہ وہ کہتے ہیں کہ وقت آ گیا ہے اچھا اب ان کو الٹا دو اور اپنی حکومت خود قائم کرو۔ ایسے موقع پر ایک ایسا لشکر تھا جو اسامہ بن زیدؓ کی قیادت میں ایک دور کے محاذ پر بھیجا جانا تھا جس کو خود آنحضرت ﷺ نے تشکیل دیا تھا اور خود ہی اپنے غلام زید جس سے بیٹوں کی طرح سلوک فرمایا اس کے بیٹے کو جو نوعمر تھا، اس لشکر میں ان سے بڑے بڑے صحابہ بھی موجود تھے، اسامہ بن زیدؓ کو امیر بنا دیا۔ ایسے موقع پر صحابہ اکٹھے ہوئے اور اس میں بلا استثناء تمام صحابہ کا یہ مشورہ تھا کہ اے امیر المومنینؓ یہ بہت خطرناک وقت ہے اس وقت اس لشکر

کو بھیجنا بند کر دیں، ٹال دیں اس وقت کیونکہ بہت قوی دشمن ہر طرف سے مدینے پر حملہ آور ہونے والا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کا جواب اس وقت یہ تھا کہ ابن ابی قحافہ کی کیا مجال ہے، یہ کون ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا آخری فیصلہ ہو اور یہ خلیفہ بن کر اپنے پہلے فیصلے میں اس فیصلے کو منسوخ کرنے والا ہو۔ کیسے ہوسکتا ہے۔ ایک ایسی عظیم دلیل تھی جسے صدیق دل ہی سمجھ سکتا تھا اس وقت اور کسی کو سمجھ نہیں آئی۔ بلا استثناء سب نے سر تسلیم خم کر دیا اور حضرت ابوبکرؓ نے پھر یہ فرمایا کہ دیکھو اس فیصلے کی میرے نزدیک اتنی اہمیت ہے کہ خدا کی قسم اگر مدینے کی گلیوں میں مسلمان عورتوں اور بچوں کی لاشیں کتے گھسیٹتے پھریں تب بھی میں اس فیصلے کو نہیں بدلوں گا کیونکہ میرے آقا محمد رسول اللہ کا یہ آخری فیصلہ ہے۔ بہر حال اسی طرح عمل ہوگا۔

تو خلافت صرف خدا ہی کے حضور سر نہیں جھکاتی، اپنے سے پہلے اولوالامر کے حضور بھی اس طرح سر جھکاتی ہے کہ کامل طور پر اس کا اپنا وجود مٹ کر اپنے آقا کے وجود میں جہاں تک اطاعت کا تعلق ہے تبدیل ہو جاتا ہے۔ پس یہ بھی ایک ایسا معاملہ ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ خلفاء نے بھی یہی سمجھا اس آیت کا مفہوم کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد جو بھی امت محمدیہ میں صاحب امر بنایا جائے گا، اگر خدا براہ راست بنائے تو وہ امام مہدی کے طور پر آیا اور گزر بھی گیا لیکن جو بھی بنایا جائے گا بطور خلیفہ کے اس پر بھی اسی آیت کا اطلاق ہوگا۔ جب وہ فیصلے کرے گا، تو مشورے ضرور کرے گا لیکن مشوروں کے بعد فیصلہ خلیفۂ وقت کا ہوگا اور جو وہ فیصلہ کرے گا اسے خدا کی تائید حاصل ہوگی اور پھر اس کا کام بھی توکل ہے اور وہ توکل ہی کرے گا تو وہ فیصلہ کرے گا لیکن یاد رکھو کہ اس کے علاوہ بھی متوکلین کی ضرورت پیش آئے گی۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ کہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر آپ کا توکل نہیں، تم سب کو توکل کرنا ہوگا۔ تم سب کو اس یقین کا مظاہرہ کرنا ہوگا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کے ساتھ اللہ بھی شامل ہے اور اس کو خدائی تائید شامل ہے اس لئے اللہ پر توکّل کرنا اور بڑی عظیم بات اس میں یہ نکلی کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کی عظمت توکل کے نتیجے میں تھی ورنہ ذاتی طور پر اپنی صلاحیتوں پر آپ کے فیصلے کو کوئی طاقت نہیں ملتی تھی۔ توکل ہی جان ہے اس فیصلے کی اور توکل کامل

تقویٰ کے نتیجے میں نصیب ہوتا ہے اور کامل ایمان کے نتیجے میں نصیب ہوتا ہے۔ پس محمدؐ رسول اللہ کا فیصلہ توکل کے ساتھ ایک لازم وملزوم کا تعلق رکھتا تھا۔ ہر فیصلے پر اس لئے توکل تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ کلیتہً خدا کی خاطر فیصلہ ہے اس میں کوئی نفس کی ملونی نہیں ہے اور جو فیصلہ خدا کی خاطر اتنا بے لوث اور پاک اور خالص ہو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ اس فیصلے کی غیرت نہ دکھائے۔

پس فرمایا تم بھی ایسے ہی توکل کا نمونہ دکھاؤ جیسے محمد رسول اللہ ﷺ نے دکھایا اور اس کے نتیجے میں خدا نے آپؐ کی پشت پناہی کا ایک عظیم وعدہ فرمایا۔ ہر فیصلے کو قبول کیا کہ ہاں میں اس فیصلے کی حمایت کروں گا۔ پس تم بھی متوکل بنو کیونکہ اللہ کی محبت چاہتے ہو، اللہ سے محبت چاہتے ہو تو توکل کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔ پس ایک تو یہ شوریٰ کا مضمون ہے جو سب دنیا میں جماعت پر خوب اچھی طرح روشن ہونا چاہئے۔

دوسرا شُوْرٰى بَيْنَهُمْ سے متعلق یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ اس سے مراد ضروری نہیں ہے کہ خلیفۂ وقت طلب کرے یا ایک امیر طلب کرے تو پھر مشورے ہوں۔ مشورے کا رواج مسلمانوں میں جس شان اور جس کھلی وضاحت کے ساتھ قرآن میں ملتا ہے یعنی قرآن کے ذریعے مسلمانوں کو یہ رواج عطا ہوا ہے، دنیا کی کسی الٰہی کتاب میں یہ بات نہیں ملتی۔ وہ جو قرآن کی امتیازی شانیں ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے۔ مشورے کا اور شوریٰ کا جو نظام وقت کے امام اور عامۃ المسلمین کے حوالے سے کھول کر بیان فرمایا گیا ہے اس کی کوئی نظیر دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ملتی۔ نکال کر دکھائیں۔ آپ کو کہیں کوئی ذکر نہیں ملے گا۔ پس یہ کامل کتاب ہے۔ اس کے ارشادات میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ محض سرسری نظر سے مطالعہ کر کے یہ سمجھ لینا کہ ہم نے مضمون کو سمجھ لیا ہے یہ کافی نہیں ہے۔

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ میں ایک جاری اور ساری مستمرہ مضمون ہے مسلمانوں کی یہ عادت ہے، مومنوں کی یہ عادت ہے، فطرت ثانیہ بن چکی ہے کہ ہر بات میں خواہ وہ ذاتی ہو، خواہ وہ جماعتی ہو، کسی نوعیت کی بھی ہو وہ مشورے ضرور کرتے ہیں اور یہ جو مشورے ہیں ان میں فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ کا ذکر نہیں فرمایا اس لئے وہ ایک آدمی کے مشورے کا سوال نہیں ہے یہ ایک جاری مسلمانوں کی ایک ایسی خوبصورت عادت کا ذکر ہے جو ان کو تقویت عطا کرتی ہے اور جس کے

نتیجے میں ان کا مالی نظام تقویت پاتا ہے کیونکہ اس کے معاً بعد پھر مالی نظام کا ذکر فرمایا ہے اور قربانیوں کا ذکر فرمایا ہے۔

پس دو باتیں اس سے واضح ہوئیں کہ عام مشورے ان کے جاری رہتے ہیں عادت بن چکی ہے اور دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ مالی معاملات میں وہ اجتماعی غور بھی کرتے ہیں۔ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ میں اجتماعیت کا بھی مضمون ہے۔ اجتماعی غور کرتے ہیں اور اس کے بعد پھر فیصلے کرتے ہیں۔ پس تمام دنیا میں جو مالی نظام جاری ہے بعینہ اسی آیت کریمہ کی ہدایت کے مطابق ہے ایک ایک پیسہ بجٹ کا باقاعدہ خدمت کرنے والے، چندہ دینے والوں کے مشورے کے مطابق خرچ ہوتا ہے اور خلیفۂ وقت جو فیصلے کرتا ہے اس کو اس عمومی مشورے کی تقویت حاصل ہوتی ہے اور بہت سے ایسے معاملات ہیں جن میں خلیفۂ وقت کو جماعت پوری طرح اپنی طرف سے نہ صرف یہ اختیار دیتی ہے بلکہ اختیار تو خدا نے دیا ہوا ہے اس کو بلکہ اس اختیار میں تقویت دینے کی خاطر اور مزید اعتماد پیدا کرنے کی خاطر کہتی ہے جو آپ کا فیصلہ وہ ہمیں منظور ہے۔

چنانچہ تمام جماعت کی تاریخ میں ہمیشہ جب بھی آپ بجٹ کے معاملات پر غور کرتے ہوئے جماعت کو پاتے ہیں آخری نتیجہ ہمیشہ یہی نکلا ہے ۔بعض جگہ پوری طرح فیصلے نہیں کر سکے،بعض جگہ فیصلے ہوئے اور اختلاف ہوئے،بعض دفعہ شاذ کے طور پر وقت کے خلیفہ نے اکثریت کے مشورے کو رد کر دیا۔ایک بھی آواز ایسی نہیں اٹھی جس نے یہ شکوہ کیا ہو یا بے اطمینانی کا اظہار کیا ہو۔بالاتفاق سب نے کہا جو فیصلہ آپ کا وہی ہمارا فیصلہ ہے اور بعد میں جو حالات ظاہر ہوئے انہوں نے ثابت کر دیا کہ بلا استثناء ہمیشہ خلیفہ کا وہ فیصلہ درست ثابت ہوا جو اکثریت کے برعکس تھا لیکن ایسا ہوا کم ہے اور مالی معاملات میں بھی جتنا اعتماد جماعت خلیفۂ وقت پر کرتی ہے اتنا کسی اور شخص پر نہیں کرتی، نہ کر سکتی ہے۔

اس لئے حضرت مصلح موعودؓ نے اس معاملے کو دلی تعلق کے طور پر بیان فرمایا۔فرمایا دراصل خلیفۂ وقت کو جو اختیار ہے اس آیت کی روشنی میں، اس میں ایک گہری حکمت یہ بھی ہے کہ خلیفۂ وقت وہ ایک ہی وجود ہے جس کے ساتھ ساری جماعت کا ایک قلبی تعلق ہے اور قلبی تعلق اتنا گہرا ہے کہ جیسے بچے کا باپ سے ہو۔آپ نے فرمایا شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کی ایک مثال تو ہے کہ وہ بھائی بھائی آپس

میں مشورہ کرتے ہیں، لڑ بھی پڑتے ہیں، اختلاف بھی ہو جاتے ہیں پھر اکٹھے بھی نہیں ہوتے بعض دفعہ لیکن ایک باپ جب بچوں سے مشورہ لیتا ہے تو پھر یہ واقعہ نہیں ہوتا کیونکہ باپ پھر جو بھی فیصلہ کرتا ہے بچے اگر ان میں حیا اور شرافت ہو، بے حیاؤں کی تو بات ہی نہیں ہو رہی اور یہاں تو مومنوں کی بات ہے جو حیادار لوگ ہیں وہ کبھی پھر آگے سے ٹیڑھی نظر سے باپ کو نہیں دیکھتے یا اس کے خلاف غصے کا اظہار نہیں کرتے، ٹھیک ہے آپ کا جو فیصلہ ہے ہمیں منظور ہے۔

فرمایا یہی وجہ ہے کہ سوائے خلیفہ وقت کے اور جماعت میں کسی کو یہ اختیار نہیں دیا گیا اور یہ اختیار محمد رسول اللہ ﷺ سے خلیفہء وقت ورثے میں پاتا ہے اور اس کی تقویت کا اور اس کی بقاء کا راز اس بات میں ہے کہ خلیفہ ٔ وقت اور جماعت کا محبت کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا اور ایک دوسرے پر اعتماد کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ اسی اصول کے پیش نظر آپ نے جو آغاز ہی میں مالی امور میں جماعت کی تربیت فرمائی اور ایسی نصیحتیں فرمائیں جن کا بہت دور رس تعلق تھا، ان میں ایک یہ بھی تھی کہ اگر جماعت احمدیہ میں کوئی تم سے آکر نیکی کے نام پر کچھ مانگتا ہے تو بالکل نہیں دینا۔ ذاتی تعلقات ہیں اس میں تم جو مرضی خرچ کرو تمہارا اپنا مال ہے۔ مگر نیک کاموں کے حوالے سے اگر کوئی مانگتا ہے تو ہرگز ایک دمڑی بھی نہیں دینی جب تک وہ یہ ثابت نہ کرے کہ اس نظام کی نمائندگی میں اس کو یہ اختیار ہے جس کو خلیفۂ وقت نے منظور کر لیا ہے یا خلیفۂ وقت نے واقعۃً اس معاملے میں تمہیں اجازت دی ہے کہ تم یہ ایسا مانگ سکو۔

آپؓ نے فرمایا اور اس کو اشتہار دے کر تمام جماعت میں خود پھیلایا آغاز ہی کی بات ہے فرمایا، اس کو چھوٹی بات نہ سمجھو اس میں ہمارے مالی نظام کی بقا، مالی نظام کی زندگی کا راز ہے اگر تم نے اس کو نظر انداز کر دیا تو تمہارے مالی نظام کی حفاظت کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ خلیفۂ وقت کا حکم آئے اور اجازت ہو تو پھر نیک کاموں میں خرچ کے لئے اپنے دل کھولو جو چاہتا ہے قربانیاں دو۔ جو ڈیڑھ ڈیڑھ اینٹ کی نیکی کے نام پر مسجدیں بنانے والے ہیں وہ نظام کو درہم برہم کر دیں گے، وہ افتراق پیدا کر دیں گے، بددیانتیوں کے آغاز ہوں گے، کئی قسم کے دھوکے شروع ہو جائیں گے اور جہاں اعتماد ختم ہو جائے وہاں مالی نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ تو آپؓ نے وہاں جماعت کو ایسے عظیم مشورے دیئے اور ایسی راہنمائی فرمائی ہے جو ہمیشہ ہمیش کے لئے زندہ رکھنے کے لائق ہے اور

جماعت کے سامنے بار بار لائے جانے کی اس کو ضرورت ہے۔

جب میں نے حضرت فضل عمرؓ کی سوانح پر دوسری جلد میں کام کیا، مجلس شوریٰ کو بھی میں زیر بحث لایا تھا اس میں حضرت مصلح موعودؓ کی ابتدائی ہدایات جو شوریٰ سے متعلق جماعت کو ہیں ان کو سب کو لکھتے ہوئے میں نے یہ خاص طور پر اس کی اہمیت پر زور دیا تھا حالانکہ میں اس وقت کسی قسم کا امر نہیں رکھتا تھا۔ صرف ایک مصنف کے طور پر میرے سپرد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے یہ کام کیا تھا کہ بورڈ کے مشورے سے میں یہ تصنیف کروں۔ تو اس میں میں نے یہ بات لکھی تھی کہ میرے نزدیک حضرت مصلح موعودؓ کی شوریٰ کے متعلق جو یہ ہدایات ہیں یہ ہمیشہ کے لئے جماعت کے سامنے ایک چارٹر کی حیثیت رکھتی ہیں اور اس وقت جو میں نے محسوس کیا جب میں نے دوبارہ پڑھا تو پھر بھی یہی محسوس کیا کہ اتنی اہم ہدایات ہیں جن میں تمام امور آجاتے ہیں، غور بھی کریں تو اس سے باہر کوئی دکھائی نہیں دیتا۔

پس اب جبکہ مجلس شوریٰ کا نظام عام ہو رہا ہے اور بعض دفعہ غلطیاں بھی ہوتی ہیں اور کمزوریاں بھی دکھائی جاتی ہیں۔ وہ جو غلطیاں اور کمزوریاں ہیں ان سب کا تعلق اس شوریٰ کے نظام سے لاعلمی کے نتیجے میں ہے جس کا میں ذکر کرتا ہوں کہ خدا نے قائم فرمایا اور حضرت مصلح موعودؓ نے اس کو گہرائی سے سمجھ کر جماعت کے سامنے کھول کر پیش کیا۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب ضرورت ہے کہ اس جماعت کی شوریٰ کے نظام کے چارٹر کو تمام ان زبانوں میں ترجمہ کر کے نشر کیا جائے جہاں جہاں مجلس شوریٰ قائم ہوگئی ہے اور ہر جماعت کے ایسے فرد کو جو شوریٰ کا اہل ہے خواہ وہ شوریٰ کا ممبر ہو یا نہ ہو اس کے علم میں ہونا چاہئے کہ کس قسم کی تم سے توقعات ہیں۔ مجلس شوریٰ کا ممبر بننے سے پہلے تمہیں کیا ہونا چاہئے؟ کون سی صلاحیتیں پیدا کرنی چاہئیں، کس قسم کے خطرات سے آگاہی ہونی چاہئے، کن چیزوں سے تم نے بچنا ہے، کن چیزوں کو اختیار کرنا ہے۔ یہ تمام امور ان ہدایات میں داخل ہیں۔

اور دوسرے یہ کہ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جو اپنے تجربے سے نئی باتیں سمجھیں اگرچہ وہ اصولاً ان دائروں میں آتی ہیں مگر بہت سے ایسے تجارب ہیں جن میں شوریٰ میں آپ نے ہدایات دیں جو مفید ہیں اور اس طرح بعد میں مجھے بھی جب مجلس شوریٰ کے نظام کو عالمی

بنانے کی توفیق ملی یعنی عالمی تو پہلے ہی تھا مگر اس پر عمل درآمد عالمی حیثیت سے کرنے کی توفیق ملی تو میں نے بھی اس موقع پر مختلف نصیحتیں کی ہیں جو اس دائرے سے باہر تو نہیں ہیں جس کو میں چارٹر کہتا ہوں لیکن اس کی وضاحتیں ہیں، ان کی باریکیوں میں اتر کر مزید مضامین کو کھول کر پیش کیا گیا ہے۔تو ان سب کو اکٹھا کر کے ایک مجلس شوریٰ سے متعلق تعارفی کتاب جماعت کو شائع کرنی چاہئے اور مجلس شوریٰ اس وقت جو پاکستان میں ہو رہی ہے ان میں صدر انجمن کو میں اس بات کا نگران بناتا ہوں کہ وہ یہ کتاب شائع کریں اور تحریک جدید کی ذمہ داری ہوگی کہ پھر اسے مختلف زبانوں میں ترجمہ کرا کے اسے سب دنیا میں مشتہر کریں۔

جہاں تک توکل کے مضمون کا تعلق ہے میں یہ ایک اہم بات کہہ کر اس خطبے کو ختم کروں گا کہ جماعت احمدیہ کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر آنحضرت ﷺ کے حوالے سے عَزَمْتَ کے بعد توکل پر بنا رکھی گئی ہے تو آپ کے مشورے یا میرے مشورے اور آپ کے فیصلے اور میرے فیصلے توکل کے بغیر کیا اہمیت رکھتے ہیں، کچھ بھی نہیں رکھتے۔اس لئے توکل کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں اور توکل کے لئے جو خدا تعالیٰ نے ہدایتیں فرمائی ہیں ان پر عمل درآمد کریں۔ان میں سے ایک یہ ہے جو آنحضرت ﷺ نے ہمارے سامنے کھول کر پیش فرمائی کہ توکل یہ نہیں ہے کہ اونٹ کو کھلا چھوڑ دو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے وہ اس کی حفاظت فرمائے اور جب تم باہر واپس آؤ کام سے فارغ ہو کے تمہارا اونٹ وہیں کھڑا ہو۔فرمایا یہ توکل نہیں ہے۔توکل یہ ہے کہ اونٹ کے گھٹنے باندھو پھر وہم دل سے نکال دو۔پھر اللہ پر معاملہ چھوڑ دو اور دعا کرو اور یقین رکھو یعنی خدا پر کہ اللہ تمہاری حفاظت فرمائے گا اور اس اونٹ کو کوئی دشمن نقصان نہیں پہنچائے گا یا خود وہ رسی تڑا کر نہیں بھاگ جائے گا۔

تو تدابیر کو اپنی انتہا تک پہنچانا اور پھر وساوس سے اپنے آپ کو بالکل پاک کر لینا کلیۃً خدا تعالیٰ پر توکل کرنا یہ ایک اہم مضمون ہے جو شوریٰ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے آپ اپنی تدابیر کریں، سوچیں غور کریں۔جو ذرائع دشمن کے شر کے دفاع کے لئے ضروری ہیں وہ ضرور اختیار کریں۔جو ذرائع جماعت کی ترقی کے لئے آپ سوچ سکتے ہیں دعائیں کرتے ہوئے ان میں برکت کے لئے اللہ کے حضور التجائیں کرتے ہوئے ان پر عمل درآمد کرائیں اور پھر توکل کریں تو اللہ تعالیٰ ان فیصلوں میں بہت برکت ڈالے گا۔

توکل میں بعض دفعہ انسان بے سوچے سمجھے اپنے مشوروں پر یا اپنی آراء پر توکل کرنے لگ جاتا ہے۔ پاکستان میں آج کل مجلس شوریٰ کے ممبران میں بھی ممکن ہے یہ باتیں ہوتی ہوں کہ اب تبدیلیاں ہورہی ہیں۔ مولویوں کے بھی پکڑ کے دن آرہے ہیں اور انحصار اس بات پر ہے کہ فلاں پریذیڈنٹ نے یہ بیان دے دیا ہے، فلاں وزیر نے دے دیا، فلاں صدر نے یہ بیان دے دیا تو اب معلوم ہوتا ہے کہ دن بدل جائیں گے۔ دن تو بدلیں گے مگر ان بیانات کی وجہ سے نہیں بدلیں گے۔ کیونکہ ان بیانات کا ہی اعتبار کوئی نہیں۔ پہلے بھی میں نے جماعت کو متنبہ کیا تھا کہ جو سیاسی بیانات ہوتے ہیں یہ بعض دفعہ بات مشرق کی کرتے ہیں اور مراد مغرب ہوتی ہے۔ اگر کہتے ہیں کہ اب ہم مولویوں کو پکڑیں گے اور امریکہ سے مدد مانگیں گے اور وہ آکر ان کا قلع قمع کرے تو مراد یہ ہوتی ہے مولویو رستے پر آجاؤ، ہم سے تعاون کرو، اپوزیشن سے اپنے رشتے ختم کرو تو پھر مدد ہم نے مانگی ہے ہم مدد کو واپس بھی کر سکتے ہیں۔ تو سیاسی بیانات کو پڑھنے کا بھی تو شعور ہونا چاہئے لیکن شعور ہو یا نہ ہو آپ نے ان پر کوئی توکل نہیں کرنا، حالات بدلیں گے تو اللہ کی تقدیر سے بدلیں گے۔

آپ مشورے دیانتداری اور تقویٰ سے کریں اور اپنی طرف سے ہر کوشش کریں کہ دشمن کے شر سے آپ محفوظ رہیں اور کسی کے وعدوں پر نہ جائیں بلکہ اپنے شعور اور اپنی محنت اور خلوص کے ساتھ باقاعدہ تدبیر کریں اور اس شان کی تدبیر کریں کہ اللہ کی نمائندگی کی تدبیر اسے کہا جا سکے۔ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ (آل عمران:55) وہ بھی مکر کرتے ہیں تم بھی مکر کرو، مکر کا جواب دو، توڑو۔ یہ اللہ کے حوالے سے ہمیں سمجھایا جارہا ہے۔ یہ میں کہہ رہا ہوں انہوں نے مکر کیا اللہ نے بھی جوابی مکر کیا۔ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ اللہ کا مکر یقیناً ہمیشہ اچھا ہوتا ہے۔ خیر سے مراد دو ہیں ایک یہ کہ غالب آتا ہے وہ مکر اور دشمن کا مکر اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ دوسرا یہ کہ دشمن بدمکر کرتا ہے تو اس کے جواب میں بدمکر نہیں خدا کرتا۔ اگر دشمن ہتھیار اکٹھے کر رہا ہے، فتنہ فساد کی باتیں کر رہا ہے تو جوابی تدبیر میں آپ کو یاد رکھنا چاہئے کہ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ وہ قتل عام، وہ کئی قسم کے مظالم جس کے نتیجے میں وہ اپنے مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ کی مثالیں نہیں ہیں۔ یہ مکرِ سوء ہے۔ گندا اور ظالمانہ مکر ہے۔ تو آپ نے جو جوابی تدبیر اختیار کرنی ہے جس کی طرف میں آپ کو توجہ دلا رہا ہوں وہ شریعت کے مطابق اس کے اندر

رہتے ہوئے کرنی ہے کیونکہ امر جو حقیقت میں بالا امر ہے وہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اس کو آپ تبدیل نہیں کر سکتے ۔اس کے دائرے میں اس کے نیچے رہتے ہوئے وہ فیصلے کریں جو خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ کی نمائندگی کی شان رکھتے ہیں اور پھر یقین کریں ،توکل کریں کہ اللہ ان فیصلوں کو برکت دے گا اور آپ کی کمزوریوں کے باوجود آپ کی بظاہر نحیف سوچوں کو اور نحیف تدبیروں کو دنیا کی بڑی بڑی تدبیروں پر غالب کر دے گا۔ پس اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور میں جانتا ہوں کہ ہمیشہ فرماتا ہے۔ کبھی بھی اس میں ہم نے کوئی تبدیلی نہیں دیکھی خدا کے فضلوں کا ہاتھ ہمیشہ سے جماعت احمدیہ پر ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ آپ اپنے اندر تبدیلی پیدا نہ کریں جو ناپاک تبدیلی ہو جس کے نتیجے میں خدا کا یہ وعدہ ہم سے اٹھا لیا جائے کہ تم میری ذات پر توکل رکھنا اور میں اس توکل میں تمہیں کبھی مایوس نہیں کروں گا۔

پس اگر استجابت کی شرط ہم پیش نظر رکھیں تو خدا کا یہ وعدہ ہمیشہ ہمارے حق میں بڑی شان کے ساتھ پورا ہوگا۔ اس کے ساتھ میں تمام مجلس شوریٰ کے ممبران کو اپنی طرف سے اور اس مسجد میں حاضر اور تمام دنیا کی جماعتوں کی طرف سے محبت بھرا سلام کہتا ہوں۔ مجالس شوریٰ کے آداب کو جن میں آپ جمے پلے ہیں یعنی محاورۃ تو کوئی کہہ دے یہ پنجابی محاورہ ہے مگر ہے بہت اچھا۔ نظام جماعت کے ہاتھوں میں آپ پیدا ہوئے ،انہیں ہاتھوں میں آپ نے پرورش پائی ہے آپ کا دل جانتا ہے کہ کون سے آداب ہیں جن کی آپ سے توقع رکھی جاتی ہے۔ ان آداب کو ہرگز نظر انداز نہ کریں اور ڈرتے ڈرتے خدا کا خوف کرتے ہوئے مشورے دیں اور پھر دعا کرتے ہوئے آپس میں محبت کے ماحول میں غور کر کے فیصلے تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ فیصلہ پھر وہی ہوگا جس کی خلیفہ وقت منظوری دے گا۔ پھر سب ایک وجود بن کر خدا پر توکل کرتے ہوئے امید رکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان فیصلوں میں برکت دے گا۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔ آمین